ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

پرتوروہیلہ کے "سفر گشت" کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of Parto Roheela's Travelogue *Safr e Gasht*

*صالحہ نوشین، اسکالر، پی-ایچ-ڈی. شعبۂ اردو،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
**ڈاکٹر سہیل عباس خان،چیرمین،شعبۂ اردو،غازی یونیورسٹی،ڈیرہ غازی خان۔

ABSTRACT

Journey is a metaphor for life. The history of travelogue is older in East as compared to West. A travelogue demonstrates picturesque imagery. Older travelogues are marked by objectivity as compared to the modern travelogue whose key future is subjectivity. Mukhtar Ali Khan has a versatile personality. His travelogues are included in the golden period of Urdu travelogues. Of the three travelogues that he has written "Safr e Gasht" is the most popular. The most significant feature of this travelogue is humour. The writer has deployed the technique of observation in a beautiful way. The travelogue writer has on many places made a comparative review of American and Pakistan civilisation and culture. Moreover, he has also inferred many results. Better characterisation and picturesque quality of descriptions bring this travelogue close to novel. There is a strong tradition of writing on travelling to America. Parto Roheela's "Safar e Gasht" occupies a unique place and literacy status in modern travelogue.

کلیدی الفاظ:

سفر نامہ - روایت - خارجیت - داخلیت
سفر گشت - پرتوروہیلہ - امریکہ - مزاح
مشاہدہ - تکنیک - آپ بیتی - روزنامچہ
تقابل - نتائج - انفرادیت -

"سفر" عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کے معنی سیاحت، کوچ اور روانگی کے ہیں۔ سفر، زندگی کا استعارہ ہے۔ مشرق میں سفر وسیلہ ظفر سمجھا جاتا ہے جبکہ مغرب میں فرائڈ، تخلیق کے لئے خواب اور سفر کو اہم خیال کرتا ہے۔ مشرق میں سفر نامے کی تاریخ مغرب سے قدیم تر ہے۔ سفر نامہ محاکات نگاری کا مظہر ہوتا ہے۔ الفاظ سے ایسی ایسی تصویریں تخلیق کی جاتی ہیں کہ قاری، آنکھوں دیکھا منظر محسوس کرتا ہے۔ قدیم سفر ناموں میں خارجیت پائی جاتی ہے جبکہ جدید سفر نامے میں داخلی عناصر نمایاں ہیں۔

اردو کا پہلا سفر نامہ یوسف خان کمبل پوش نے لکھا ہے۔ یہ سفر نامہ "تاریخِ یوسفی" کے نام سے پنڈت دھرم نرائن نے 1847ء میں مطبع العلوم مدرسہ دہلی سے شائع کیا۔ 1873ء کے ایڈیشن میں اس سفر نامے کا نام "عجائباتِ فرنگ" رکھ دیا گیا۔(1) بیسویں صدی میں 1940ء تک کا دور قدیم وجدید سفر نامے کا دورِ زریں کہلاتا ہے۔ اس دوران جدیدیت کی طرف پیش قدمی ہوئی۔ پرتوؔروہیلہ کے سفر نامے، اسی سنہری عہد کا حصہ ہیں۔

مختار علی خان، پرتوؔروہیلہ ایک کثیر الجہات شخصیت تھے۔ وہ قادر الکلام شاعر، عمدہ مترجم، مرتب، مدون، نقاد (غالبؔ)، شارح (غالبؔ) اور سفر نامہ نگار تھے۔ ان کی زندگی مسلسل جہد کا استعارہ ہے۔ وہ ریاست روہیل کھنڈ (بھارت) کے بانی حافظ الملک رحمت خان کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، اسی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ روہیلہ لکھتے تھے۔ ان کی ادبی خدمات کے صلے میں انہیں کئی اعزازات سے نوازا گیا۔ پرتوؔروہیلہ نے سفر نامہ نگاری کے باب میں عمدہ اضافے کئے ہیں۔ ان کا سب سے مقبول سفر نامہ "سفر گشت" ہے جبکہ اس کے علاوہ بھی ان کے دو سفر نامے ہیں جو کتابی شکل میں تو شائع نہیں ہو سکے البتہ اخبار و رسائل میں قسط وار چھپتے رہے۔ محمد علی خان (بیٹے پرتوروہیلہ) کے نزدیک ان کا باقاعدہ سفر نامہ "سفر گشت" ہے جبکہ باقی دو الگ کتاب کی حیثیت نہیں رکھتے اگرچہ وہ اخبار و رسائل میں چھپ چکے ہیں۔(2)

پرتوروہیلہ کے تینوں سفر سرکاری نوعیت کے تھے تاہم انہوں نے مشاہدات کو محسوسات سے ملا کر ایک انفرادی حیثیت قائم کی ہے۔ سفر نامہ "گردِ راہ" 1977ء "سفر گشت" 1984ء اور "ایک ماہ جاپان میں" 1990ء میں لکھا گیا۔ ان تینوں سفر ناموں میں "سفر گشت" ضخیم اور باقاعدہ سفر نامہ ہے جو کتابی شکل میں شائع ہوا۔ جبکہ باقی دو سفر ناموں میں روداد اور آپ بیتی کی تکنیک زیادہ ہے۔ "سفر گشت" 384 صفحات پر مشتمل ایک دلچسپ سفر نامہ ہے جو فیروز سنز لاہور سے شائع ہوا۔ یہ سفر نامہِ امریکہ، پرتوروہیلہؔ نے انکم ٹیکس محکمے کے فرمان پر پیشہ وارانہ صلاحیتوں میں اضافے کے لئے کیا۔ یہ سفر آٹھ جون 1984ء تا بائیس نومبر 1984ء پر محیط ہے۔ اس کا پہلا باقاعدہ ایڈیشن 1991ء میں شائع ہوا۔ اس سے قبل 1987ء میں قسط وار سلسلے سے "نوائے وقت راولپنڈی" میں بھی اشاعت ہوتی رہی۔ اکادمی ادبیات، (اسلام آباد) کے "گوشہ پرتوروہیلہ" میں موجود ایک مقالہ جس کا عنوان "پرتوروہیلہ بطور سفر نامہ نگار" ہے۔ اس سفر نامے کی بابت درج ہے:

"سفر گشت" فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ سے شائع ہونے والا پرتوروہیلہ کا اکلوتا سفر نامہ ہے"(3)

راقمہ کی تحقیق کے مطابق یہ پہلا نہیں بلکہ دوسرا سفر نامہ ہے، اس حقیقت کی تصدیق ڈاکٹر انور سدید کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

"پرتو روہیلہ کے سفر نامے "گرد راہ" اور "فیبر وفینظرو" پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں ہی حرکت نہیں بلکہ آنکھ اور دل بھی حرکت کر رہا ہے۔"(4)

اس سفر نامے کا انتساب "ڈاکٹر جمیل جالبی" کے نام ہے جبکہ "پیش گفتار" جناب ممتاز مفتی نے 31 مارچ 1990ء میں تحریر کیا۔ پرتو روہیلہ نے "سفر گشت" میں اپنے مشاہدے کی گہرائی اور وسعت سے کام لیا ہے، کئی مقامات پر مسافر کا سفر تخلیقی سفر محسوس ہوتا ہے۔ سفر نامہ نگار کی حس مزاح نے اس سفر نامے کو دلچسپ بنا دیا ہے۔ اس کی انفرادیت اس کا معاشرتی تقابل کہا جا سکتا ہے۔ مصنف کسی بھی منظر کسی بھی کردار کو سطحی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ نہایت تدبر سے مشرق و مغرب کی معاشرت کا تجزیہ پیش کرتا ہے۔

پرتو روہیلہ 8 جون 1984ء کو اسلام آباد سے گیارہ بج کر انسٹھ منٹ پر امریکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ انہیں جہاز میں فرسٹ کلاس سیٹ نمبر A-1 پر بٹھایا گیا۔ بیگم اور بیٹا الوداع کرنے کے لئے ائیر پورٹ پر ساتھ آئے تھے۔ وہ فرسٹ کلاس کا بورڈنگ کارڈ ملنے پر بہت خوش تھے۔ اس ضمن میں بانو قدسیہ لکھتی ہیں:

"۔۔۔ کبھی وہ بچہ ہے اور فسٹ کلاس میں سفر کرنے پر خوش ہے، کبھی آدمی دم پخت کرنے کی Recipe امریکیوں کو سکھانے والا پٹھان ہے اور کبھی دوہے لکھنے والا پرتو روہیلہ ہے جسے لاکھ نمازوں سے رغبت سہی حسن، چاہے منظر کا ہو یا عورت کا بہر طور مسحور کر دیتا ہے۔"(5)

مصنف، دوبئی، کوپن ہیگن، لندن، واشنگٹن اور نیویارک سے ہوتے ہوئے بالآخر لاس اینجلس پہنچے جہاں انہوں نے یونیورسٹی آف سدرن کیلی فورنیا (USC) میں تعلیمی مقاصد حاصل کیے۔ بقول مرزا ادیب، جون سے لے کر نومبر تک جتنی مدت انھوں نے وہاں گزاری اس کی روداد "سفر گشت" میں بیان کر دی ہے۔ یہ سفر اس وقت زیادہ دلچسپ ہو جاتا ہے جب بیگم پرتو روہیلہ اور ان کے بیٹے (علی) ان سے ملنے کے لئے امریکہ آتے ہیں۔ اس سفر نامے کی خاصیت داخلی احساسات و جذبات کی عمدہ عکاسی کہی جا سکتی ہے۔ سفر نامہ نگار نے ہر منظر کو ظاہر سے زیادہ اس کی اندر کی دنیا میں کھو کر پوری سماجی اور ثقافتی دنیا کے احساسات کو محسوس کیا ہے اور یہی دور جدید کے سفر نامے کی خصوصیت ہے کہ وہ صرف "ویو کارڈ" نہیں ہے۔

"سفر گشت" محض روایتی سفر نامہ نہیں ہے اس میں جغرافیہ اور تاریخ کو خاص اہمیت نہیں دی گئی بلکہ کرداروں کو جو سیاح کے ساتھ تھوڑا بہت وقت گزارتے ہیں انھیں اہمیت دی گئی ہے ہر کردار کے نفسیاتی کوائف کی تفہیم میں کردار سازی کا ثبوت ملتا ہے اس وجہ سے اس میں ناول کی جھلک نظر آتی ہے۔ مثلاً

"ابھی مجھے وہاں کھڑے ہوئے مشکل سے ایک منٹ ہوا ہو گا کہ میں نے دیکھا ایک نیلی ٹرائمف آکر رکی اس میں سے ایک سانولے رنگ کا دبلا پتلا لڑکا اترا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دل نے کہا یہی مجید صاحب معلوم ہوتے ہیں اور یہ صحیح تھا۔۔۔ اس میں اپنے باپ کی موت کا غم تھا۔ ماں کی جدائی تھی۔ چھوٹے بہن بھائیوں کا مجبور اور معصوم پیار تھا اس میں ماضی کے دکھوں کے علاوہ مستقبل کی صبح کی چمک تھی"(6)

پرتو روہیلہ نے اس سفر نامے میں زندگی کے رنگوں کو کرداروں سے ابھارا ہے۔ وہ کردار کے چہرے کے خدو خال اور حلیہ نگاری دلچسپ انداز میں بیان کرتے ہیں کہ قاری کی آنکھوں میں تصویر بن جاتی ہے ایک جگہ حلیہ نگاری بیان کرتے ہیں:

"بارہ بجے کے قریب صہبا عرف حسینہ معین نے فون کیا کہ آپ تیار ہیں۔ میں آپ کو لینے کے لئے آ رہی ہوں۔ میں ٹھیک بارہ بجے دروازے پر پہنچا۔ ابھی ایک منٹ بھی انتظار نہیں کیا تھا کہ صہبا اپنی گاڑی سے اتر کر دروازے کی طرف آتی نظر آئی۔ یہ چھوٹی سی، منی سی دبلی پتلی لڑکی کہ جس کی ساری نشو و نما ہی امریکہ میں ہوئی تھی آج خالص پاکستانی لڑکی بنی ہوئی تھی۔ بنارسی دوپٹہ کے ساتھ ہمرنگ چوڑی دار پائجامہ اونچی ایڑی کا جوتا پہنے ٹھک ٹھک کرتی میری طرف آتی نظر آئی تو اس امریکی ماحول میں وہ بالکل ایک عجیب سی چیز نظر آ رہی تھی۔"(7)

"سفر گشت" میں پرتو روہیلہ کہیں کہانی کا انداز اختیار کرتے ہوئے قاری کو متوجہ کرتے ہیں تو کہیں ناصح کا کردار نبھاتے نظر آتے ہیں بعض مقامات پر آپ بیتی، داستان اور روزنامچے کا انداز بھی ملتا ہے مثلاً:

"24 اگست کی شام علی اپنی ہفتے کی مزدوری کا بیاسی ڈالر کا چیک لے کر آیا اور پھر ہم تینوں نے اس اہم واقعے کو آئس کریم کھا کر اور خدا کا شکر ادا کر کے منایا۔"(8)

اس سفر نامے میں مصنف کی ذات کے کم و بیش تمام پہلوؤں کی عکاسی ملتی ہے۔ مرزا ادیب کے نزدیک "سفر گشت" کے بعد پرتو روہیلہ کو خود نوشت لکھنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

"سفر گشت" کا جزو اعظم مزاح ہے خاص طور پر جب پر تو روہیلہ اپنے خاندان اور دوستوں کے ساتھ سفر کرتے ہیں بقول ممتاز مفتی اس سفر نامے میں جتنے بھی تارلے ٹم ٹم کرتے ہیں، وہ مختار علی خاں کی آنکھ کا پر تو ہیں۔ انہوں نے سفر نامے کے بہانے حلیم کی ایک دیگ پکائی ہے جس میں گوشت ہے۔ دالیں ہیں، مرچ مصالحہ ہے ادرک ہے پیاز ہے شوربہ ہے کیا کیا کچھ ہے۔ (9) مصنف نے مزاح کے ذریعے سفر نامے کو دلچسپ بنا دیا ہے اس مزاح کے انداز میں دراصل وہ کچھ سکھانا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آج کے دور میں تقریر جھاڑنے والا ہمیں کچھ نہیں سیکھا سکتا یہی وجہ ہے کہ سیاست دان اور عُلا کی حالت مضحکہ خیز ہے کہ وہ صرف تقریریں کرتے ہیں۔

ایک منفرد شخصیت کا اسلوب بھی منفرد ہوتا ہے مثلاً مولانا محمد حسین آزاد کے ہاں نثر میں بھی شاعری ملتی ہے۔ شبلی کے اسلوب میں خطیبانہ طرز ہے اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں میں انانیت ہے۔ جبکہ "سفر گشت" کے اسلوب میں طنز و مزاح غالب ہے۔ ممتاز مفتی نے کتاب کے دیباچے میں پر تو روہیلہ کو صاحبِ طرز نثر نگار کہا ہے۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ اگر بات فحش ہے تب بھی مزاح کے پیرائے میں نفاست سے بیان کر جاتے ہیں۔ ایک ساحل کی منظر کشی ملاحظہ ہو:

"کسی بیچ کا سین تھا۔ چھ سات لڑکیاں دھجیوں میں اپنی قلبوں اور دائروں کو سمیٹے ایروبکس کر رہی تھیں۔"(10)

ممتاز مفتی کے نزدیک ان کو خاکہ اڑانے کی ایسی لت پڑی ہے کہ خود کو بھی نہیں بخشتے نہ ہی اپنی قوم کو اور نہ ہی امریکیوں کو، ایک جگہ ایئر پورٹ پر سیکیورٹی کے معائنے سے متعلق رقم طراز ہیں:

"اے ایس ایف کے جوان نے میرے جسم کے سارے اعضاء رئیسہ و غریبہ کو ہاتھ پھرا کر ہی نہیں بلکہ آلہ کے ذریعے دیکھ کر یہ یقین کر لیا کہ پتلون میں سیسہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔"(11)

پر تو روہیلہ اپنے "ضمیر" کو "ضمیر قریشی" کا نام دے کر اس سے ہم کلام بھی ہوتے ہیں۔ یہ "ضمیر قریشی" ان کو ہر برائی سے روکتا ہے اور امریکہ جیسے آزاد خیال ملک میں ان کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ اپنی منافقت اور بے ضمیری کا کھلے دل سے اعتراف کرنا بہت بڑی خوبی ہے یہ کام صرف وہی انسان کر سکتا ہے جس کا ضمیر زندہ ہو۔ مصنف کا "ضمیر قریشی"، انہیں کہیں اکیلا نہیں چھوڑتا اور بعض مقامات پر انھیں مزاح سے سنجیدگی کی طرف موڑ دیتا ہے۔ ایک مقام پر "ضمیر قریشی" مخاطب ہے:

"تم نہ مسلم ہو، نہ باعمل ہو، تم جھوٹے ہو، منافق ہو اور منافقوں کی ایک بے ضمیر قوم کے بے ضمیر فرد ہو۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور دیکھو تم نے صریحاً جھوٹ بولا ہے اور یہ جھوٹ تم ہی نہیں تمھارے سارے بزرگ، تمھارے عمائدین، تمھارے علماء، تمھارے دانش ور سب بولتے چلے آرہے ہیں۔ اس جھوٹ اور منافقت کے سمندر میں کسی کا کوئی چہرہ نہیں کسی کا کوئی ضمیر نہیں۔"(12)

"سفر گشت" میں مصنف نے امریکی شہر، مقامات اور گاؤں سے لے کر امریکی تہذیب و ثقافت تک کا عمیق مشاہدہ کیا ہے نیز تقابلی جائزہ لے کر نتائج بھی مرتب کئے ہیں ان کی آنکھ مغرب کی چمک دمک سے چندھیاتی نہیں ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"دنیا میں آج جتنی بھی دہشت گردی ہے اس کی سرپرستی ویٹیکن کرتی ہے اور اس کے پیچھے بظاہر بہت بڑا مقصد ہے۔ اس دہشت گردی کی خبر جب عوام الناس تک پہنچتی ہے تو اس خبر کے صدمے میں ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ امریکی آئین کا چہرہ مسخ ہو گیا یا لوگوں کی مذہبی آزادیاں سلب ہو گئیں۔"(13)

مصنف نے سفر نامے میں مشاہداتی تکنیک کو عمدگی سے برتا ہے چونکہ وہ ایک بڑے شاعر بھی ہیں اس لئے ان کے تجربے میں تخیل کی آمیزش ملتی ہے۔ امریکی اور پاکستانی تہذیب کا (شعوری و لاشعوری طور پر) تقابلی جائزہ جابجا ملتا ہے۔ وہ غیر جانبدار ہو کر امریکی معاشرے کی اچھائیوں کی تعریف کرتے ہیں۔ خاص طور پر امریکی عوام کے نظم و ضبط، علم پروری، انصاف پسندی اور جفاکشی کو سراہتے ہیں مگر اخلاقی اقدار کے زوال خصوصاً خاندانی نظام کا خاتمہ اور جنسی بے راہ روی پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ امریکی قوم کے اخلاقی زوال سے متعلق پیش گوئی بھی کرتے ہیں:

"۔۔۔ دونوں ہی کو تقریباً جامہ نورانی میں دکھایا گیا تھا اور میرے خیال سے یہ جسمانی برہنگی ناظرین کی دونوں جنسوں کے لئے کسی مجہول تسکین کا باعث تھی امریکہ میں مرد اور عورت دونوں نمائش کے اس مرض میں ایسے مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب سارا امریکہ بلیک بیچ بن جائے گا۔"(14)

پر تو روہیلہ سفر نامے کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے جہاں بھی گئے اپنے وطن کو نہیں بھولے، غیروں کی خوبیاں دیکھ کر اپنی قوم کی خامیاں یاد کر کے افسردہ ہو جاتے ہیں بقول مرزا ادیب وہ ایک سچے پاکستانی مسلمان ہیں جو تنگ نظر نہیں۔(15) مصنف کا سفر لندن اور امریکہ سے ہوتے ہوئے سعودی عرب میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے جہاز میں سوار ہوتے ہیں تو ان کا دل عشق رسولؐ سے سرشار ہو جاتا ہے۔ گناہوں پر ندامت اور معافی کی طلب میں آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے ہیں:

"میں نے بھی حتی الامکان ریاض الجنتہ کے ہر ستون پر ہر گوشے پر نفل ادا کیے کہ شائد کوئی سجدہ قبول ہو جائے۔ شاید کوئی لمحہ اجابت کا ہو اور تقدیر بدل جائے شاید اس جانور جسم میں انسان جاگ جائے اور یہ سیاہ پتھر جو میرے سینے میں رکھا ہے گداز ہو جائے اور اس کی سیاہی ختم ہو جائے۔"(16)

سفر نامہ نگار نے تینوں ملکوں کی معاشرت کی وضاحت کی ہے۔ سعودی قوانین میں "کفیل سسٹم" کی بدولت پاکستانیوں کی بے بسی انھیں دکھی کرتی ہے۔ دوسری طرف سرکاری خرچ پر عمرہ کے لئے آئے ہوئے پاکستانی سیاست دان وافسران بالا کے شاہانہ جلال اور مزاج انہیں مضطرب کر دیتے ہیں۔

واقعہ نگاری ایک عمدہ فن ہے۔ مصنف انسانی نفسیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کسی واقعے کا آغاز وانجام کرتے ہیں ان کے واقعات کی تمہید عموماً سنجیدہ ہوتی ہے، جو اکثر فرحت بخش مزاح پر مکمل ہوتے ہیں۔ "سفر گشت" میں جزئیات نگاری کی مدد سے منظر ترتیب دیے گئے ہیں۔ پر تو روہیلہ نے الفاظ کے چناؤ میں جو لفظ مناسب سمجھا، برتا ہے چاہے وہ اردو، انگریزی، پنجابی یا پشتو جس بھی زبان سے تعلق رکھتا ہو اگر موضوع میں بر محل ہے تو استعمال کیا ہے۔ مثلاً: پنجابی لفظ "لتاں" اور پشتو زبان کا لفظ "راٹول" بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح انگریزی الفاظ بھی کثرت سے استعمال ہوئے ہیں مگر آورد نہیں بلکہ تحریر کے اندر سے ابھرتے ہیں اور بعض مقامات پر مزاح پیدا کرتے ہیں۔ مصنف نے "سفر گشت" میں کئی عنوانات کا اہتمام بھی کیا ہے۔ جو معنویت سے بھرپور ہیں۔ ہر عنوان ایک مکمل اکائی ہے ذیلی عنوانات دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ سفر نامہ 1987ء میں "نوائے وقت راولپنڈی" میں قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔

اردو سفر ناموں کی تاریخ میں امریکہ یاترا کی روایت مضبوط ہے۔ کئی ادباء وشعراء کرام نے امریکہ کا سفر کیا اور اپنے مشاہدات واحساسات کا صفحۂ قرطاس پر اظہار کیا۔ اس سلسلے میں محمود نظامی کا نظر نامہ "اختر ریاض الدین کا" سات سمندر پار "سید احتشام حسین کا" ساحل اور سمندر"، محمد مظہر الدین صدیقی کا سفر نامہ "امریکہ کے تاثرات" حاجی حیدر علی خان کا سفر نامہ "دنیا کی سیر"، عزیز بیگ کا سفر نامہ "یہ ہے امریکہ "ڈاکٹر مختار الدین کا سفر نامہ "زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد"، جمیل الدین عالی کا سفر نامہ "تماشا میرے آگے"، بشریٰ رحمان کا سفر نامہ "براہ راست"، جمیل زبیری کا سفر نامہ "دھوپ کنارے" گوپی چند نارنگ کا سفر نامہ "سفر آشنا"، عطاالحق قاسمی کا سفر نامہ "شوقِ آوار گی"، امجد اسلام امجد کا سفر نامہ "شہر در شہر "مقبول سفر نامے ہیں۔ امریکہ پر لکھے جانے والے سفر ناموں کا پر تو روہیلہ کے "سفر گشت" سے موازنہ کیا جائے تو اسے امجد اسلام امجد کے سفر نامے "شہر در شہر" اور عطاء الحق قاسمی کے سفر نامے "شوق آوار گی" کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ تاہم جو مقام محمود نظامی کے "نظر نامہ" اور بیگم اختر ریاض الدین کے سفر نامے "سات سمندر پار" کو حاصل ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ قدیم سفر نامہ زیادہ تر خارجی معلومات پر مشتمل تھا جبکہ جدید سفر نامہ خارج و داخل کا امتزاج ہے۔ اس میں داستان، کہانی، آپ بیتی، روداد، روزنامچہ، ناول اور افسانے کے متفرق عناصر ملتے ہیں۔ تخلیقی اسلوب کی بدولت اس میں شعریت بھی پیدا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ پر تو روہیلہ کا "سفر گشت" اپنے عہد کے سفر ناموں میں منفرد ادبی مقام کا حامل ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، 1987ء ص 37۔
2. محمد علی خان (صاحب زادے پر تو روہیلہ) سے ٹیلی فونک رابطہ 6 مئی 2020ء شام 7 بجے۔
3. نور العین، مقالہ ایم۔اے اردو، پر تو روہیلہ بطور سفر نامہ نگار، لاہور اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، 2012ء ص 41۔
4. انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، س ن، ص 423۔
5. پر تو روہیلہ، سفر گشت، لاہور، فیروز سنز، 1991ء، فلیپ
6. ایضاً۔ ص 103
7. ایضاً۔ ص 109
8. ایضاً۔ ص 241
9. ایضاً۔ ص 16
10. ایضاً۔ ص 314
11. ایضاً۔ ص 60
12. ایضاً۔ ص 34
13. ایضاً۔ ص 160
14. ایضاً۔ ص 96
15. مرزا ادیب، سفر گشت پر تو روہیلہ کے سفر نامے امریکا پر ایک نظر "مشمولہ پر تو روہیلہ شاعری اور شخصیت، مرتب پر تو روہیلہ، لاہور فیروز سنز، 1998ء ص 52
16. پر تو روہیلہ، سفر گشت، ص 382۔